ابنِ صفی اور جاسُوسی اَدب

رفاقت علی شاھد

جاسوسی ادب کا آغاز:۔

اردو ادب کی تاریخ اور تنقید کی چند کتابوں میں جاسوسی ناول کے باب میں سوائے ظفر عمر یا تیرتھ رام فیروز پوری کے اور کسی کا نام نہیں ملتا اور وہ بھی صرف اتنا کیا جاتا ہے کہ مصنف کے حالات بتا کر اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ موصوف نے بہت اچھے ناول ترجمہ کیے۔ انداز سے معلوم ہوتا ہے جیسے یہی مصنف اردو کے جاسوسی ادب کا سہرا اپنے سر باندھے ہوئے ہیں، ان سے پہلے اور بعد میں کسی نے بھی جاسوسی ناول ترجمہ یا طبع زاد نہیں لکھے اور اگر لکھے ہیں تو ان صاحب سے زیادہ اچھے نہیں جن کا ذکرِ خیر کر کے یہ نقاد حضرات سمجھتے ہیں کہ انہوں نے جاسوسی ناول کی صنف میں اپنی تحقیق اور تنقید کا حق کما حقہٗ پورا کر دیا ہے۔ مگر یہ

ایک اٹل اور ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ظفر عمر اور تیرتھ رام فیروز پوری سے قبل بھی ہمیں بہت سے جاسوسی ترجمہ ناول نظر آتے ہیں۔ انہی حضرات کی طرح دو تین حضرات ایسے بھی ہیں جنہوں نے نسبتاً زیادہ جاسوسی ناول انگریزی سے ترجمہ کیے مثلاً ندیم صہبائی فیروز پوری، محمد حسین اور مرزا فدا علی خنجر وغیرہ.....

پنجاب پبلک لائبریری کے کٹیلاگ سے مجھے چند ایک ایسے ناولوں کا پتہ چلا ہے جو ۱۹۱۲ء سے قبل انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہوئے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ راز نہاں، لال کوٹھی مترجم میر کرامت اللہ لاہور ۱۸۹۹ء

۲۔ حسین قاتلہ مترجم امجد حسین ۱۹۰۴ء

۳۔ لنگڑا قاتل سر کاتنن ڈائل کے ناول کا ترجمہ ۱۹۱۱ء

ان کے علاوہ بہت سے ناول ایسے بھی معلوم ہوئے ہیں جن پر اگرچہ سن اشاعت درج نہیں مگر وہ ۱۹۴۰ء سے قبل کے معلوم ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا تین ترجمہ ناولوں کے نام میں نے مثال کے طور پر پیش کیے ہیں۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۹۹ء میں ایک انگریزی جاسوسی ناول کا ترجمہ ہوا۔ اگرچہ ہم اسے پہلا جاسوسی ناول نہیں کہہ سکتے۔ ہوسکتا ہے اس سے قبل بھی جاسوسی ترجمہ ناول موجود ہوں۔ جو ہمارے علم میں نہ ہوں۔ میں ترجمہ ناولوں کی اصطلاح اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ میں نے جتنے ناول بھی دیکھے ہیں وہ سب انگریزی سے ترجمہ ہیں۔ اگر اس دوران کوئی طبع زاد جاسوسی ناول لکھا جاتا تو یقیناً یہ انداز پھیلتا بھی اور مشہور بھی ہوتا۔ جس طرح انگریزی ناول سے کسی نے ترجمہ کیا تو اس کے بعد بہت سے ترجمے ہوئے۔ اسی طرح اگر کوئی طبع زاد ناول لکھا جاتا تو یقیناً اس کی تقلید میں بھی بعد میں طبع زاد ناول احاطۂ تحریر میں ضرور آتے۔ لہٰذا یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اظہار اثر تک ہمیں شروع سے جاسوسی ناول کے ضمن میں ترجمہ ناول ہی ملتے رہے۔ طبع زاد ناولوں کی طرح ابن صفی نے ہی ڈالی تھی۔ لہٰذا ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ اردو میں پہلا جاسوسی ناول کب ترجمہ ہوا۔

جاسوسی ادب کے آغاز کے متعلق ایک اور نظریہ بھی خاصا اہم اور قابل قبول ہے۔ اگر ہم بنظرِ غائر جائزہ لیں تو ہمیں اردو کی سب سے ضخیم اور مشہور داستان طلسم ہوشربا یعنی داستان امیر حمزہ میں جاسوسی کے آثار بدرجۂ اتم موجود نظر آئیں گے۔ عمرو عیار جیسا مرکزی کردار اور اس کے شاگرد داستان امیر حمزہ میں جاسوسی نظریے کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں۔ کیا عمرو اور اس کے شاگردوں کی عیاریاں دراصل ایک جاسوسی کا انداز نہیں ہیں؟ بھیس بدل کر دشمن کے پڑاؤ میں جانا اور تمام حالات سے حضرت امیر حمزہ کو مطلع کرنا، طرح طرح کی عیاریوں سے شہنشاہوں، بادشاہوں اور امراء سے دولت بٹورنا، کبھی مرد کبھی عورت کبھی جانور غرضیکہ ہر رنگ میں بھیس بدل لینا کیا ان سب حرکات میں جاسوسی کے آثار نظر نہیں آرہے۔ لہٰذا یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ داستان امیر حمزہ کی چودہ ضخیم جلدوں میں جاسوسیت کے آثار نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

اگر اس سے قبل کی داستانوں پر نظر دوڑائیں تو ہمیں ان میں بھی جاسوسیت یا سرّیت کے آثار نظر آتے ہیں۔ میں یہاں صرف اردو کی مشہور ترین داستان قصہ چار درویش کا ذکر کروں گا۔ اس قصہ میں جابجا ہمیں جاسوسی کے آثار اور بیان نظر آتے ہیں۔ سب سے بڑا ثبوت تو یہی ہے کہ بادشاہ بھیس بدل کر محل سے باہر جاتا ہے اور قبرستان میں چاروں درویشوں سے ان کی کتھائیں سنتا ہے۔ بھیس بدلنے کا بیان صرف اسی ایک داستان میں نہیں بلکہ اردو کی تقریباً تمام داستانوں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ کہیں کا شہزادہ کسی شہزادی پر خواب کے ذریعے یا ویسے عاشق ہوجاتا ہے اور پھر اس شہزادی کی تلاش میں بھیس بدل کر دور دور تک کا سفر کرتا ہے۔ اس طرح اردو کی تمام داستانوں میں جاسوسی عناصر موجود ہیں۔ لہٰذا اس رُو سے اردو میں جاسوسی ادب کا آغاز داستان کی صنف کے ساتھ ہی ہوگیا تھا۔

اس بات کو ہم ایک اور دلیل سے بھی ثابت کر سکتے ہیں اور وہ دلیل ہے سسپنس۔ سسپنس جاسوسی ناول نگاری کے لئے بہت ضروری ہے اور یہ عنصر اردو داستان میں بھی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ داستانوں میں جادو کے بیان اور لڑائی کے مناظر میں سسپنس ملتا ہے۔ یہ بات کہ اب کیا ہوگا؟ ہر داستان میں موجود ہے اور یہی بات اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ داستان کی صنف میں ایک سے زائد صورتوں میں جاسوسی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ نظریہ بھی قابل قبول ہے کہ جاسوسی ادب کا آغاز بھی افسانوی یا داستانوی ادب کے ساتھ ہی عمل میں آیا۔ اگرچہ یہ مکمل شکل میں بہت بعد میں سامنے آیا مگر ثانوی آغاز دراصل داستان کے ساتھ ہی وجود میں آیا۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ہمیں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اردو کا پہلا جاسوسی ناول کون سا ہے؟ کب لکھا گیا؟ اور کس نے لکھا؟ لہٰذا ٹھوس شکل میں جاسوسی ادب کا آغاز ابھی نامعلوم ہے۔ اس سلسلے میں بہت تحقیق کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ اب ادب کے طالبعلم اور استاد حضرات اس طرف توجہ دیں گے اور ناول کی اس ہردلعزیز اور مقبول صنف پر بھی خاطر خواہ تحقیق کریں گے۔

جاسوسی ناول نگاری میں ابنِ صفی کا مقام:۔

یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ۱۹۵۲ء تک جاسوسی ناول کے ضمن میں ہمیں صرف ترجمہ ناول ملتے ہیں اور وہ بھی اتنے اہم اور کامیاب نہیں کہ ان کے مترجمین کو جاسوسی ادب میں کوئی خاص مقام حاصل ہوسکے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے تراجم نہ تو زیادہ مسبوط اور کامیاب تھے اور نہ ان کے ناولوں میں وہ تمام عناصر پائے جاتے تھے جو ایک جاسوسی ناول کے لئے بہت ضروری ہوتے ہیں۔ زبان کی سادگی، بیان کی جولانی، پلاٹ کی مضبوطی، کردار نگاری، ایک مخصوص پیغام، مشرقی انداز معاشرت، دلکش انداز نگارش غرضیکہ ان تمام عناصر میں سے یا تو سب مفقود ہیں یا ان میں سے بیشتر عناصر کا کہیں وجود نہیں ملتا۔ بلکہ بعض ناولوں میں تو ان کے خلاف امر واقع ہوئے ہیں میں یہاں ایک مثال پیش کروں گا جس سے اس زمانے کی نثر اور مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

ابنائے زمانہ کی فریب و دغا سے بھری ہوئی بدنیتی اور حرص دنیا سے مملو خواہشات نفسانی جن کے خیال کرنے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں.....

دنیا بھر کے رنج و مصیبت اٹھانے پر بھی ظالم قزاق اور بیدرد لٹیرا رات کی ڈراؤنی تاریکی میں ٹیماری کی خاطر سڑکوں اور وحشتناک جنگلوں اور بیہڑ میدانوں میں شمشیر خونچکا ہاتھ میں لیے تاک لگائے مسافران در، نوردان دشت غربت کی گھات میں بیٹھا نظر آئے گا۔

(چور شاطر۔ مترجم سید فاروق حسن مہادیو پرشاد پبلشر لکھنؤ۔ بار اول ۱۹۲۱ء۔ صفحہ ۳۔)

مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ مترجم نے ناول میں مشکل الفاظ کا استعمال کھل کر کیا ہے جو ایک جاسوسی ناول کے مزاج کے قطعاً خلاف ہے۔ مکالمہ بازی میں کسی خاص کردار کی طبیعت اور لہجے کو مدنظر رکھتے ہوئے تو ان مشکل الفاظ کو قبول کیا جاسکتا ہے۔ یعنی کوئی ایسا کردار جس کا مزاج مشکل الفاظ کا استعمال ہو۔ لیکن بیان نگاری میں مشکل الفاظ کی کھپت ایک جاسوسی ناول میں مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ میں یہاں ایک اور مثال اپنے بیان کی تائید میں پیش کروں گا۔

"ویٹنگ روم میں پہنچ کر اس نے کہا۔ مم..... مم..... میرے..... اوسان..... بج..... بجا نہیں تھے لل لہٰذا اب آداب بجالاتا ہوں۔" اس نے نہایت ادب سے جھک کر عمران کو فرشی سلام کیا۔

"جیتے رہو۔" عمران اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "کیا تم اس شہر سے واقفیت رکھتے ہو؟"

"جی ہاں یہ..... مم..... مم..... میرے برادر نسبتی کا وطن مالوف ہے۔"

(عمران سیریز نمبر۴۔ بھیانک آدمی از ابن صفی بی،اے)

مندرجہ بالا عبارت میں ایک کردار کے مکالمات میں بھی مشکل الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور یہ ایک کردار کے مزاج کو ظاہر کرتے ہیں۔ ابن صفی نے اس کردار کے مزاج کے بارے میں بھی وضاحت کردی ہے۔

"..... اسے اپنے ماتحت بُدبُد کی آمد کا انتظار تھا۔ بُدبُد جو ہکلا کر بولتا تھا اور دوران گفتگو بڑے بڑے الفاظ ادا کرنے کا بے حد شائق تھا۔"

(عمران سیریز نمبر۴۔ بھیانک آدمی۔ از ابن صفی بی،اے)

لہٰذا ابن صفی کا یہ کردار اس زمرے میں شامل نہیں ہوسکتا جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ "چور شاطر ناول میں بیان نگاری میں مشکل الفاظ کا استعمال ہے جبکہ ابن صفی کی تخلیق میں ایک کردار کے لئے یہ مشکل الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیان نگاری میں مشکل الفاظ کے استعمال نے ایک ناول کو پس پردہ ڈال دیا۔ اور جب انہی مشکل الفاظ کا استعمال ایک مخصوص کردار کے لئے ہوا تو نہ صرف وہ کردار بلکہ تحریر بھی زندہ جاوید ہوگئی۔ فرق صرف موقع محل کا واقع ہوا ہے مگر اسی فرق کی وجہ سے ایک تحریر خاصیانہ کیا عامیانہ مقام بھی حاصل نہ کرسکی اور تحریر نے نہ صرف یہ کہ عامیانہ و خاصیانہ رنگ اختیار کیا بلکہ عوام و خواص میں اتنی مقبول ہوئی کہ اس سے قبل اتنی قبولیت کسی اور کتاب کو حاصل نہ ہوسکی ہوگی۔ صرف یہی ایک وجہ نہیں تھی اور بھی کئی وجوہات تھیں۔ ان میں سے ایک نہایت اہم اور مؤثر وجہ بیان نگاری ہے۔ مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

"زنانی آواز: انسپکٹر صاحب۔ آپ کے اس وقت مکان پر موجود ملنے سے میں بے حد آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اے صاحب میں اس وقت سخت رنج و تعب میں مبتلا ہوں۔ آہ.....! میں سمجھتی ہوں کہ اب کوئی جگہ حفاظت اور امن کی کسی غریب الوطن کے لئے اس شہر میں قیام کرنے کے واسطے باقی نہیں۔"

(چور شاطر۔ مترجم سید فاروق حسن، مہادیو پرشاد پبلشر لکھنؤ۔ بار اول ۱۹۲۱ء صفحہ ۵)

مندرجہ بالا عبارت میں تسلسل کا فقدان موجود ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ عبارت کلاسیکی داستانوں کے انداز کو نمایاں کرتی ہے۔ کلاسیکی داستان میں بیان نگاری کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جبکہ جاسوسی ناول ایک جدید صنف ہے اور ناول نگاری کے اوصاف کی حامل ہے جس کی نثر اور عبارت میں کسی قسم کی غیر تسلسلی ناقابل قبول ہے۔

میں نے اوپر کی بحث میں دو وجوہات بیان کی ہیں جن کی بناء پر ابن صفی کے دور تک جاسوسی ناول مقبول نہ ہوسکے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی وجوہات ہیں لیکن ان کے ذکر سے مضمون کی طوالت کا خدشہ ہے لہٰذا انہی دو پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب ہم ان عوامل کا جائزہ لیں گے جن کے باعث ابن صفی کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی اور وہ جاسوسی ادب کے بانی کہلائے۔ وہ عوامل درج ذیل ہیں۔

۱۔ ان کے ناولوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے طبع زاد ناول لکھے۔ ابن صفی کے دور تک جتنے مصنفین نے جاسوسی ناول لکھے وہ سب انگریزی سے ترجمہ تھے۔ خود ابن صفی اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

"اس سے قبل اردو میں صرف منشی تیرتھ رام فیروزپوری کے تراجم پائے جاتے تھے یا دو تین ناول ظفر عمر کے، وہ بھی ان کے اپنے نہیں تھے بلکہ مارس لیبلانک کے چند ناولوں کو مشرف بہ اسلام کر ڈالا تھا۔ لیکن انہوں نے اس کا اعتراف نہیں کیا۔"

("ماہنامہ نیا رخ" اگست ۱۹۸۱ء ابن صفی نمبر صفحہ ۸۲)

ابن صفی نے کسی قدر معروف مترجمین کا ذکر کیا ہے جبکہ ان کے علاوہ بھی بہت سے افراد نے جاسوسی ناول

انگریزی سے ترجمہ کیے اور ان میں زیادہ تعداد رینالڈس کے ناولوں کی ہے۔ بہرحال ابن صفی نے اردو ادب میں طبع زاد جاسوسی ناول کو متعارف کرایا۔ ان کا پہلا ناول جاسوسی دنیا کا "دلیر مجرم" تھا جس کا مرکزی خیال ماخوذ ہے۔ اس سلسلے میں خود ابن صفی کا بیان ہے۔

"بہرحال جاسوسی ناول میرے لئے بالکل نئی چیز تھی لہٰذا پہلی بار مجھے بھی انگریزی ہی کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔ میرا پہلا ناول "دلیر مجرم" ڈاکٹر گن کے ناول "آئرن سائیڈ زلون ہینڈ" سے ماخوذ تھا۔ فریدی اور حمید کے کردار میری اپنی اُپج تھے۔ اس کے بعد میں نے اپنے طور پر لکھنا شروع کیا لیکن حتیٰ الامکان باہر کی آلودگیوں سے بچنے کے باوجود (۱۔ ماہنامہ "نیارخ" اگست ۱۹۸۱ء ابن صفی نمبر۔ صفحہ ۸۲۔) بھی میرے آٹھ ناول کلی طور پر میرے اپنے نہیں تھے۔ یا تو ان کے پلاٹ انگریزی سے لیے گئے ہیں یا ایک آدھ کردار باہر سے آئے ہیں..... جی ہاں! ڈیڑھ سو (۱۵۰) سے زائد ناولوں میں سے صرف آٹھ ناول ملاوٹ والے ہیں اور بقیہ سب میرے اپنے۔"

ابن صفی نے بہت فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انگریزی سے مدد لینے کا اعتراف کیا ہے اور ان ناولوں کی تفصیل بھی دی ہے جن کے یا تو کردار یا کہانی انگریزی سے ماخود ہے۔ مثلاً دلیر مجرم، پراسرار اجنبی، رقاصہ کا قتل، ہیرے کی کان اور خونی پتھر کی کہانیاں انگریزی سے ماخوذ ہیں لیکن ابن صفی نے ان میں ایسی تبدیلیاں اور اضافے کیے کہ یہ اصل سے بھی زیادہ دلچسپ ثابت ہوئے۔ اس کے علاوہ "خوفناک ہنگامہ" کا کردار "پروفیسر درانی" اور "پہاڑوں کی ملکہ" "بن مانس" اور "سفید ملکہ" کے کردار انگریزی سے ماخوذ ہیں۔

ابن صفی نے جن ناولوں میں انگریزی سے مدد لی ہے ان میں سے ہر ناول کی ایک ایک سطر پر ان کا حق ہے۔ انہوں نے کہانی کا مرکزی خیال انگریزی سے لیا، ناولوں کا ترجمہ نہیں کیا۔ اس طرح ابن صفی کے ڈھائی سو (۲۵۰) ناولوں میں سے صرف سات یا آٹھ ناولوں میں انگریزی کی ملاوٹ ہے باقی سب مکمل طور پر طبع زاد ہیں۔ ان ناولوں میں ملاوٹ کی وجہ ابن صفی نے بیان کی ہے جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ یعنی چونکہ ان کے سامنے کوئی مستند مثال موجود نہ تھی لہٰذا انہیں انگریزی سے مدد لینی پڑی۔ (۱) ابن صفی نے اس تحریر تک ۱۵۰ ناول ہی لکھے تھے۔ (۲) ماہنامہ "نیارخ" اگست ۱۹۸۱ء ابن صفی نمبر صفحہ ۸۲۔ (۳) جاسوسی دنیا نمبر ۷۵۔ "زمین کے بادل" دیکھئیے پیشرس۔)

لیکن یہ ناول بھی مکمل ماخوذ یا ترجمہ نہ تھے۔ فریدی، حمید، عمران، قاسم، سلیمان، صفدر، جولیا وغیرہ اور ناقابل فراموش کردار سنگ ہی لیونارڈ ڈاکٹر ڈریڈ، تھرلیسیا بمبل آف بی، بوغا اور الفانسے ان کے اپنے تخلیق کردہ ہیں۔ لہٰذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابن صفی نے بھی دوسرے اپنے سے پہلے مترجمین کی طرح ناول ترجمہ کیے۔ انہوں نے انگریزی ادب سے مدد ضرور لی اور یہی ان کی فنکارانہ صلاحیت ہے کہ انہوں نے نہ صرف ناقابل فراموش کردار منتخب کیے بلکہ ان کرداروں کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا اور انہیں عروج کی اس منزل تک پہنچادیا کہ وہ کردار اور کہانی بھی خود انہی کی معراج معلوم ہونے لگی۔

(۲) ابن صفی کے ناولوں کی ایک اور خصوصیت سادگی ہے۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں سادہ نثر کا استعمال کیا ہے۔ کہیں بھی کوئی ایسا لفظ سامنے نہیں آتا جو قاری کے لئے مشکل پیدا کرے۔ بلکہ کم پڑھے لکھے لوگ بھی ان کے ناول بہت آسانی اور پسندیدگی سے پڑھتے تھے۔ ان کے ناولوں میں سلاست و سادگی کی امثال جابجا نظر آتی ہیں بلکہ ان کے ناول مرقع سلاست و سادگی ہیں۔ چند مثالیں درج کرتا ہوں جس سے ان کی سادہ اور سلیس نثر کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔

"سارے گھر میں ایک عجیب سی ماتمی فضا طاری تھی۔ قصبے کے تھانے پر اطلاع ہوگئی تھی اور اس وقت ایک سب انسپکٹر اور دو ہیڈ کانسٹیبل مقتولہ کے کمرے کے سامنے بیٹھے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ خادمہ کے بیان پر انہوں نے اپنی تشویش کے گھوڑے دوڑانے شروع کردیے تھے۔

ان کے خیال میں وہی پراسرار آدمی قاتل تھا جو رات کو باغ میں ٹہلتا ہوا پایا گیا تھا اور سبیتا دیوی رات میں اسی سے جھگڑا کر رہی تھیں۔ ڈاکٹر شوکت ان کی بحثوں سے قطعی غیر مطمئن تھا۔ جیسے جیسے وہ اپنی تجربہ کاری کا اظہار کر رہے تھے اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔"

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۔ "دلیر مجرم")

"کرنل ضرغام کے دونوں بھتیجے انور اور عارف ریلوے اسٹیشن پر ٹرین کی آمد کے منتظر تھے۔ محکمۂ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض نے ان کے چچا کی درخواست پر ایک آدمی بھیجا تھا، جسے لینے کے لئے وہ اسٹیشن آئے تھے۔ گاڑی ایک گھنٹہ لیٹ تھی۔ ان دونوں نے بھی کیپٹن فیاض کا تار دیکھا تھا اور آنے والے کے متعلق سوچ رہے تھے۔"

(عمران سیریز نمبر ۲۔ "چٹانوں میں فائر")

"وزنی تھیلا اس نے کاندھے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا تھا اور جنگل کی تاریک فضا میں دریا کے دوسرے کنارے تک دیکھنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ اسے نہ تو دریا کی گہرائی کا اندازہ تھا اور نہ ہی اس کا علم تھا کہ دریا کس قسم کی بلاؤں سے پُر ہوگا۔ ویسے اسے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ دریا میں سفر کرنے کا ذریعہ درختوں کے وہ بڑے تنے ہی ہو سکیں گے جنہیں کاٹ کاٹ کر دریا میں اسلئے ڈال دیا جاتا ہے کہ وہ دریا میں بہتے ہوئے ڈھلان کے میدانوں تک پہنچ جائیں جہاں انہیں تعمیراتی کاموں میں لایا جاتا تھا۔"

شکرال سیریز "شمال کا فتنہ" ماہنامہ "نیا رخ" نومبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۶۲)

میں نے صرف انہی تین مثالوں پر اکتفا کیا ہے اگرچہ ابن صفی کے ہر جاسوسی ناول میں اس طرح کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ یہی وہ سادہ اور سلیس نثر ہے جس کی وجہ سے کم پڑھے لکھے لوگ بھی ان کی نثر کو سمجھ لیتے تھے اور اسی وجہ سے وہ عوام میں اتنے مقبول ہوئے کہ انہیں "جاسوسی ناول کا بانی" کہلانے کا شرف حاصل ہوا۔

اسی سادہ، سلیس اور دلنشیں نثر کی بدولت وہ اپنے سے پیشتر اور بعد کے جاسوسی ناول نگاروں میں امتیازی حیثیت کے حامل ہیں۔ جس طرح حضرت گنج بخش کے لئے کہا جاتا ہے کہ "ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما" یہی مثال ابن صفی پر اپنے سے پہلے اور بعد کے جاسوسی ناول نگاروں کے لئے مصداق آتی ہے۔ وہ حقیقتاً نو آزموزوں کے لئے پیر کامل اور مکمل ناول نگاروں کے لئے رہنما کی حیثیت رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ لہٰذا سلاست اور سادگی ہی وہ عنصر ہے جس کی بناء پر انہیں شہرت دوام حاصل ہوئی اور انہی کی وجہ سے جاسوسی ناول نگاری نے اردو ادب میں اپنا علیٰحدہ مقام بنایا۔

(۳) ابن صفی نے جاسوسی ناولوں کی ایک اور خصوصیت جس نے انہیں شہرت کے آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا ان کے ناولوں کا مشرقی رنگ ہے۔ اگرچہ موقع محل اور ضرورت کے تحت ان کے ناولوں میں غیر مشرقی رنگ بھی ملتا ہے مگر بحیثیت مجموعی ہمیں ان کی ہر جاسوسی تحریر میں خالص مشرقی رنگ کی حکمرانی نظر آتی ہے۔ جس کا ٹھوس ثبوت درج ذیل امثال ہیں۔

"وہ اس وقت ایک دیہی علاقے میں کھڑے ہوئے تھے۔ جو شہر سے زیادہ دور نہ تھا۔ یہاں بس یہ ہی ایک عمارت اتنی بڑی تھی ورنہ یہ بستی معمولی قسم کے کچے، پکے مکانوں پر مشتمل تھی۔ اس عمارت کی بناوٹ طرز قدیم سے تعلق رکھتی تھی۔ چاروں طرف سرخ رنگ کی لکھوری اینٹوں کی کافی بلند دیواریں تھیں اور سامنے ایک بہت بڑا پھاٹک تھا جو غالباً صدر دروازے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہوگا۔"

(عمران سیریز نمبر ۱۔ "خوفناک عمارت")

"اس چھوٹے سے گڑھے میں دنیا آباد ہے..... کہیں کٹورے کھنک رہے ہیں۔ لکھنؤ کے بانکے ہتھیار لگائے آئینہ بند ادھر ادھر خرمستیاں کرتے پھر رہے ہیں۔ مدک، چرس اور گانجے کی دکانوں پر کافی بھیڑ ہے۔"

(جاسوسی دنیا "احمقوں کا چکر")

یہ مشرقی انداز اُن کی ہر تحریر میں جھلکتا نظر آتا ہے

اور یہ خالصتاً طبع زاد ناول کا طرۂ امتیاز ہے۔ انگریزی سے جو ناول اُردو میں ترجمہ ہوئے۔ اُن کی اصل انگریزی ہونے کی وجہ سے اُن میں مشرقی رنگ مفقود ہے اور یہی اُن میں بڑی خامی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ ناول کی صنف بھی اُردو میں انگریزی سے آئی ہے لیکن جتنے ناول لکھے گئے جو مشہور ہوئے، طبع زاد تھے۔ ڈپٹی نذیر احمد سے فضل کریم فضلی تک جن مصنفین کے ناولوں نے شہرتِ دوام حاصل کی وہ سب طبع زاد ناول ہیں۔ اگرچہ اس دوران دوسری زبانوں سے ناول ترجمہ بھی ہوئے مگر وہ شہرت اور پسندیدگی حاصل نہ کرسکے جو اُن طبع زاد ناولوں کو حاصل ہوئی۔ اُن تراجم کی ناکامی کی بڑی وجہ مشرقی رنگ کا مفقود ہونا ہے اور یہی کچھ جاسوسی ناول کے ساتھ بھی پیش آیا اور جب ابن صفی نے طبع زاد جاسوسی ناول کی بنیاد رکھی تو اُن کی تحریر کی ایک خصوصیت مشرقی انداز تھا جس کی وجہ سے اُن کے ناولوں کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی اور وہ جاسوسی ادب کے بانی کہلانے کے حقدار ثابت ہوئے۔

(۴) اُن کے ناولوں کی شہرت کی ایک اور اہم وجہ عوام میں اُن کی نثر کی پسندیدگی ہے۔ نثر سے میری مراد جاسوسی ناول نگاری ہے۔ عوام میں اُن کی پسندیدگی کا یہ عالم تھا کہ "دلیر مجرم" جو اُن کا پہلا ناول تھا، اُس کے بعد ہر ماہ ہر شہر کے بازار میں کتابوں کی دکانوں کے سامنے اُن کے ناول حاصل کرنے کے لئے قطاریں لگ جاتیں اور ہر نیا آنے والا ناول ہاتھوں ہاتھ بک جاتا۔ یہ عوام میں ابن صفی کی پسندیدگی کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔ اُن کی عوام میں پسندیدگی کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے۔ خود ابن صفی فرماتے ہیں۔

"مجھ سے کوئی سلیم جعفری (ایک وسیع النظر صحافی اور باصلاحیت ٹی وی آرٹسٹ) یہ نہ کہتا کہ صفی صاحب، اُردو میری مادری زبان نہیں ہے لیکن آپ جو یہ محاورہ اُردو مجھ سے سن رہے ہیں، آپ ہی کی کُتب کے مطالعے کی رہینِ منت ہے۔" (ماہنامہ "نیارخ" ابنِ صفی نمبر اگست ۱۹۸۱ء صفحہ ۸۷)

بقول ابن صفی اس قسم کے خطوط انہیں سندھ، سرحد اور بلوچستان سے بھی موصول ہوتے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن صفی عوام میں اتنے مقبول تھے کہ لوگ صرف اُن کے ناول پڑھنے کیلئے اُردو زبان سیکھتے۔ چند مثالیں اور ملاحظہ فرمائیے۔ روز نامہ انقلاب کے مطابق "ایک عام اُردو داں ممکن ہے کہ راشٹرپتی کا نام بتانے سے ناکام رہے مگر جب آپ اس سے ابن صفی کے بارے میں پوچھیں گے تو وہ آپ کو ابن صفی کے مقام سے ضرور متعارف کرادے گا۔ یہ ثبوت ہے ابن صفی کی مقبولیت کی معراج کا۔"

ماہنامہ "نئے افق" ابنِ صفی نمبر اگست ۱۹۸۱ء صفحہ ۱۱۳)

مندرجہ بالا امثال سے یہ بات اچھی طرح روشن ہوجاتی ہے کہ ابن صفی کو عوام میں وہ مقام حاصل تھا جو شاید اس سے قبل کسی مصنف کو حاصل نہ رہا ہو۔ اُن کی مقبولیت نے اُن حدوں کو چھولیا تھا جس سے آگے دیوانگی اور دلی لگاوٹ کی انتہا کی حد شروع ہوتی ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اُن کے بہت سے قاری اُنہیں دیوانگی کی حد تک بھی چاہتے اور اُن کی تحریروں کو پسند کرتے تھے۔ کیا یہ اُن کی مقبولیت کا ایک روشن پہلو نہیں کہ ریڈنگ لائبریری کا رواج برصغیر میں پہلی بار ابن صفی کی وجہ سے ہوا۔ یہ بیناً صرف اُن کے جاسوسی ناولوں ہی کی وجہ سے برصغیر میں جدید ریڈنگ لائبریریوں کا رواج پڑا جو آج ہر شہر کے ہر گلی محلے میں موجود ہیں اور انہی لائبریریوں میں جاسوسی کے علاوہ دوسرا ادب بھی کھپ جاتا ہے۔

کیا یہ بھی ابن صفی کی تحریروں کی معراج کا بیّن ثبوت نہیں کہ اُردو کے ایک نامور نقاد احتشام حسین (مؤلف داستان اُردو) کی ذاتی لائبریری میں ابن صفی کے جاسوسی ناولوں کیلئے ایک الگ الماری مخصوص تھی۔ اتنی شہرت، اتنی بلندی، ایسی معراج اس سے پہلے اور بعد میں اُردو ادب میں کسی اور مصنف کی تحریروں کو حاصل نہ ہوسکی۔ میرامن بھی گزرے اور مشہور ہوئے۔ رجب علی بیگ سرور نے بھی تاریخ ادب پر انمٹ نقوش چھوڑے، مرزا غالب نے بھی "کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور" کے

مصداق اُردو ادب میں بلند مقام حاصل کیا۔ ڈپٹی نذیر احمد ناول نگاری کے بانی کہلائے اور ایک مخصوص طبقے تک مقبول ہوئے۔ مولانا عبدالحلیم شرر کے ناول آج بھی بہت مقبول ہیں۔ منشی پریم چند کا قد بھی ادب میں بہت بلند نظر آتا ہے اور مولوی عبدالحق نے بھی اپنی زندگی اُردو کیلئے وقف کر کے اپنا نام زندۂ جاوید بنالیا۔ مگر ان سب کے مقابلے میں ابن صفی کا نام اور مقام پھر بھی اُتنا اونچا نظر آتا ہے کہ کوئی اس تک اپنا ہاتھ نہیں پہنچا سکتا۔ یہ ہے ابن صفی کی معراج اور مقبولیت۔

یہ بھی ابن صفی کی معراج ہے کہ اُن کے ناول بڑے بڑے ریکوں میں تو نہیں سجتے مگر لوگوں کے تکیوں کے نیچے ضرور ملتے ہیں۔ ابن صفی کے دوست، دشمن، اجنبی، جان پہچان والے، عوام وخواص غرضیکہ سب ابن صفی کی تحریروں کے قائل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ زبان سے اس کا اظہار نہ کریں اور نہ قلم سے مگر ہر رات سونے سے قبل وہ ابن صفی کے ناول پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ اُن کیلئے ایک اکسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ بات خود ابن صفی کی زبانی سنیے:

"ہوسکتا ہے میری کتابیں الماریوں کی زینت نہ بنتی ہوں لیکن تکیوں کے نیچے ضرور ملیں گی۔ ہر کتاب بار بار پڑھی جاتی ہے۔"

(ماہنامہ "نیارخ" ابنِ صفی اگست ۱۹۸۱ء صفحہ ۸۷)

مندرجہ بالا امثال اور بحث کی روشنی میں یہ بات بالاتفاق کہی جاسکتی ہے کہ ابن صفی کو عوام کے جذبات کی ترجمانی کا ملکہ حاصل تھا اسی وجہ سے وہ لوگوں میں اس قدر مقبول تھے کہ ہر شخص رات کو سونے سے قبل اُن کا ناول پڑھنا ضروری اور صحت مند تفریح سمجھتا ہے۔ کیا یہی ایک عنصر جاسوسی ادب کے بانی کہلانے کیلئے کافی نہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد نے داستانوں کے عروج کے زمانے میں معاشرتی اصلاحی ناول لکھے اور بہت مقبول ہوئے اور پھر اُن کی تقلید میں ناولوں کا دور شروع ہوگیا۔ اسی لیے وہ ناول کے بانی کہلائے۔ منشی پریم چند نے اپنے افسانوں سے شہرتِ دوام حاصل کی اور اپنی تقلید کیلئے اپنے مؤخرین کو نفسیاتی طور پر مجبور کیا اور افسانے کے بانی کہلائے۔ یہی بات ابن صفی پر صادق آتی ہے بلکہ ابن صفی نے تو ایسی شہرت حاصل کی کہ کوئی روشنی اُن کی مقبولیت کی شمع کے آگے ٹھہر نہ سکی۔ جو دیا جلا اُسے ابن صفی کی شہرت کے چراغ نے ماند کردیا۔ اور اُن کی تقلید یہاں تک کی گئی کہ طبع زاد کرداروں پر بہت کم اور ابن صفی کے تخلیق کردہ کرداروں پر بہت زیادہ ناول لکھے گئے۔ کیا یہ ابن صفی کی معراج اور اولیت نہیں کہ انہوں نے نفسیاتی طور پر اپنے مؤخرین کو اس پر مجبور کردیا کہ وہ جاسوسی ناول لکھیں بلکہ یہاں تک عادی اور مجبور کردیا کہ وہ ابن صفی کے کرداروں سے آگے سوچ ہی نہ سکے۔ یہ ہے ابن صفی کی عوام میں مقبولیت جس کی بناء پر وہ اُردو میں جاسوسی ناول کے بانی کہلانے کے صد فی صد حقدار ہیں۔

(۵) ابن صفی کے جاسوسی ناولوں کی ایک اور اہم خصوصیت جو انہیں اپنے ہم عصر اور مؤخرین سے ممتاز کرتی ہے مسبوط اور مکمل پلاٹ ہے۔ وہ کہانی کا تانا بانا اس طرح بُنتے ہیں کہ کہیں بھی جھول نظر نہ آتی۔ میں نے ابن صفی سے پہلے اور بعد کے چند جاسوسی ناول پڑھے تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں کسی پرائمری کے بچے کی لکھی ہوئی کوئی تحریر پڑھ رہا ہوں۔ کسی ناول میں جاسوسی کی چھاپ تو ہے مگر جاسوسی کا کہیں دور دور تک بھی پتہ نہیں اور کسی ناول میں اس کے بالکل برعکس ہر صفحے پر ہیرو یا مرکزی کردار کو لڑائی در لڑائی میں مشغول دکھایا گیا ہے۔ کہیں اس طرح کا جھول نظر آتا ہے کہ جو بات شروع میں کسی کردار نے کہی وہ آگے جاکر غلط انداز میں ظاہر کی گئی۔ ہر مقام اور ہر موقع پر مرکزی کردار کو کسی لڑائی یا مصیبت میں گرفتار دکھایا گیا ہے اور ہنگامے در ہنگامے کی عبارت کو جاسوسی ناول کا نام دے دیا گیا۔ ابن صفی اس جگہ فرماتے ہیں۔

"اصل میں انگریزی کی اسپائی اسٹوریز پر مبنی فلموں نے بعض پڑھنے والوں کا ٹیسٹ بگاڑ دیا ہے..... اوپر ہوائی جہاز نیچے توپیں..... دائیں سمندر بائیں آتش فشاں، کبھی وہ بموں سے بچتا ہے کبھی توپوں کے گولوں سے.....

توپیں چلیں اور وہ دھم سے گر پڑا..... ارض وسما..... سمجھے شاید قصہ پاک ہوا لیکن..... یہ کیا؟ اس نے تو ایک توپ کے دہانے میں چھلانگ لگائی تھی اور اس کی دُم کی طرف سے نکل کر سمندر کی ایک کشتی میں جا بیٹھا..... توپیں منہ دیکھتی رہ گئیں..... ہوائی جہازوں نے منہ کی کھائی! آتش فشاں منہ پیٹنے لگا اور قاری کا منہ دیکھنے کے قابل..... لیکن..... وہ ہیرو دوبارہ بھی منہ دکھاتا ہے..... میں باز آیا..... خدا مجھے معاف کرے اور آپ اس قسم کی فرمائش کرنا چھوڑیئے۔"

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۰۳ "تباہی کا خواب" از ابن صفی بی اے)

مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ ابن صفی اس قسم کے ہلّے گلّے اور ہلڑبازی کو ناپسند کرتے تھے اور حتی الامکان ان سے اپنا دامن بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے جاسوسی ناول کسی مخصوص طبقہ میں نہیں بلکہ ہر طبقہ، عوام وخواص اور ہر مزاج کے لوگوں میں مقبول ہوئے۔

ایک اور بات کہ انہوں نے بہت سے سیریز وار ناول لکھے ہیں لیکن اگر ہم ان سیریز وار ناولوں کو الگ الگ بھی پڑھیں تو وہ اپنے اندر ایک مکمل کہانی اور پلاٹ کے حامل ہیں۔ اگر ہر ناول کو علیٰحدہ علیٰحدہ پڑھا جائے تو بھی ایک مکمل ناول ہے اور اگر ہر ناول کو سیریز وار پڑھا جائے تو بھی تمام ناولوں کا آپس میں ربط وضبط بہت مضبوط ہے اور یہ ظاہر نہیں ہونے پاتا کہ ہم سلسلہ وار ناول پڑھ رہے ہیں بلکہ سب ناول ایک مرکزی کہانی کے تابع ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے مربوط نظر آتے ہیں۔ اس طرح اگر ہم اُن کے سلسلہ وار ناول کو علیٰحدہ پڑھیں تو وہ ایک مکمل کہانی ہے اور اگر دوسرے سلسلہ وار ناولوں کے ساتھ پڑھیں تو لطف اور احساسِ ربط کا اضافہ ہوجاتا ہے، یہی وہ خصوصیت ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے معاصرین میں ایک بلند مقام کے حامل ہیں اور جاسوسی ادب کے بانی کہلانے کے سو فیصد حقدار ہیں۔ اُن کی گرفت پلاٹ پر اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ کہیں بھی کوئی بات تشنہ نہیں رہتی اور نہ ہی قاری کو کوئی بات نامانوس نظر آتی ہے۔ یہ خصوصیت کسی اور جاسوسی ناول نگار میں نظر نہیں آتی۔ اس سلسلے میں میں امثال سے گریز کروں گا کیونکہ ابن صفی کے ناول اس قسم کی امثال کے مرقع ہیں۔ اور دوسرے ناول نگاروں کی تحریریں اس قسم کے نامکمل پلاٹ اور انداز سے بھری ہوئی ہیں۔ اس سلسلے میں امثال کی ضرورت پیش بھی نہیں آئے گی۔ قارئین خود ہی اس بات کا اندازہ بخوبی لگاسکتے ہیں۔ ابن صفی اور کسی اور مصنف کی صرف ایک ایک جاسوسی تحریر پڑھ لینے کے بعد قاری اس قابل ہوجائے گا کہ مجھ سے صد فی صد متفق ہوجائے۔

(۶) ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی مقصد ضرور پوشیدہ ہوتا ہے اور خاص کر افسانوی ادب کی تخلیق میں کوئی نہ کوئی سیاسی، معاشی، معاشرتی، مذہبی یا تفریحی عنصر ضرور شامل ہوتا ہے جو اُس تخلیق کی اساس اور باعث بنتا ہے۔ یہ بات ابن صفی کے ناولوں کی ایک خصوصیت ہے کہ اُن کے ناولوں میں کئی عنصر شامل ہوتے تھے۔ بنیادی طور پر انہوں نے قانون کا احترام اور اس کی پابندی کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے جاسوسی ناول کی تخلیق کی لیکن اس عنصر کے ساتھ ساتھ اُن کے ناول معاشرتی رنگ کی بھی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہم اُن کے ناولوں کو بیک وقت جاسوسی اور معاشرتی ناول کہہ سکتے ہیں۔ ابن صفی اُس عنصر کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس نے انہیں جاسوسی ناول لکھنے پر مجبور کیا۔

"میں سوچتا..... سوچتا رہا۔ آخر کار اس نتیجے پر پہنچا کہ آدمی میں جب تک قانون کے احترام کا سلیقہ نہیں پیدا ہوگا یہی سب کچھ ہوتا رہے گا۔ یہ میرا مشن ہے کہ آدمی قانون کا احترام کرنا سیکھے۔ جاسوسی ناولوں کی راہ میں نے ایسی لیے منتخب کی تھی۔ تھکے ہارے ذہنوں کو تفریح بھی مہیا کرتا ہوں اور انہیں قانون کا احترام کرنا بھی سکھاتا ہوں۔"

ماہنامہ "نیا رخ" ابن صفی نمبر اگست ۱۹۸۱ء صفحہ

(۸۳

قانون کا احترام سکھانے کے جذبے کے بیان کے ساتھ ہی ابن صفی اُن حالات کا بھی ذکر کرتے ہیں جن کی وجہ سے اُن کے دل میں لوگوں کو قانون کا احترام سکھانے کا جذبہ پیدا ہوا۔ فرماتے ہیں:

"۱۹۴۷ء میں جو کچھ ہوا اس نے میری پوری شخصیت کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ سڑکوں پر خون بہہ رہا تھا اور عالمی بھائی چارے کی باتیں کرنے والے سوکھے سہمے اپنی پناہ گاہوں میں دبکے ہوئے تھے۔"

مندرجہ بالا اقتباسات میں ابن صفی مرحوم نے وہ وجہ بیان کی ہے جو اُن کی جاسوسی ناول نگاری کی اساس بنی اور پھر اُن حالات کا ذکر بھی کیا جس نے اُن کی شخصیت اور ذہن کو تبدیل کر دیا اور انہوں نے شاعری کا لطیف میدان چھوڑ کر جاسوسی ناول کے پُر پیچ ریگستان کو منتخب کیا۔ اگر ہم بغور جائزہ لیں تو ان اقتباسات میں ابن صفی نے اپنے جاسوسی ناولوں کے آفاقی پیغام اور اُس کی وجوہات کا ذکر کیا ہے۔ قانون کا احترام اُن کے ناولوں کا بنیادی مقصد اور ایک مخصوص آفاقی پیغام ہے جسے لوگوں تک پہنچانے کیلئے انہوں نے اس میڈیا کا انتخاب کیا اور وہ اس میں صد فی صد کامیاب رہے بقول اُن کے۔ "میں نے اپنے لیے ایسے میڈیم کا انتخاب کیا ہے کہ میرے افکار زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچ سکیں۔ ہر طبقے میں پڑھا جاؤں اور بحمد اللہ میں اس میں کامیاب ہوا ہوں۔"

ماہنامہ "نیارخ" ابن صفی نمبر اگست ۱۹۸۱ء صفحہ ۸۷)

مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس مقصد کیلئے نصیحت کا استعمال نہیں کیا بلکہ کہانی کے دلچسپ پیرائے میں اپنا پیغام لوگوں تک اس طرح پہنچایا ہے کہ وہ لاشعوری طور پر ابن صفی کے پیغام کو قبول کرنے لگیں اور شعوری طور پر بھی اُن کی ہمدردیاں قانون کے محافظوں کے ساتھ ہوں۔ اگر ہم ابن صفی کے ناولوں کی اس خصوصیت کا اُن سے پہلے اور بعد کے جاسوسی ناول نگاروں کی تحریروں سے مقابلہ کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ دوسرے ناول نگاروں کا پیغام اور بنیادی مقصد وہ نہیں تھا جو ابن صفی مرحوم نے اپنے ناولوں میں پیش کیا۔ انہوں نے تو بس ابن صفی کی تقلید کی ہے ناول کی حد تک۔ لیکن غور کرنے پر ہم اُن کی تحریروں کو ناول کا نام بھی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ناول کے اجزائے ترکیبی میں سے کوئی ایک بھی اُن کی تحریروں میں نظر نہیں آتا۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ ابن صفی کو اپنے ہمعصر جاسوسی ناول نگاری میں اُس آفاقی پیغام کی نسبت سے امتیازی حیثیت حاصل ہے جو اُن کے ناولوں کا طرۂ امتیاز ہے مگر دوسرے جاسوسی ناول نگاروں کی تحریروں میں مفقود ہے۔ ابن صفی نے اپنے جاسوسی ناولوں کے ذریعے قانون کا احترام سکھانے کی جو کوشش کی ہے وہ کسی اور مصنف کے حق میں نہیں جاتی اور یہی ابن صفی کا امتیاز اور خصوصیت ہے جس کی وجہ سے وہ جاسوسی ادب کے بانی کہلانے کے حقدار ہیں۔

(۷) بیان نگاری کسی بھی نثری تخلیق کیلئے اکسیر اور کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے۔ بیان نگاری کی بدولت ناول کو کامیابی اور ناکامی سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ جو مصنف ناول نگاری کے اس عنصر کو اپنے ناولوں میں بخوبی اور بھرپور انداز سے پیش کر سکے وہ ادب کے میدان میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ بیان نگاری، ناول نگاری کا ایک ایسا ضروری عنصر ہے جس کے بغیر یا جس کے ناقص استعمال سے ناول کی آرائش اور خوبصورتی متاثر ہوتی ہے۔ بیان نگاری کا عنصر ابن صفی کے جاسوسی ناولوں میں بہت اچھے پیرائے میں استعمال کیا گیا ہے۔ ابن صفی نے اس عنصر کو اپنے ناولوں میں اس مؤثر انداز سے استعمال کیا ہے کہ کوئی مشکل ہی سے اُن تک پہنچ سکے گا۔ کسی جگہ کا بیان، جذبات، صفات، کردار، بائیو گرافی یا اسی طرح کے دوسرے بیانات سے ناول کا تسلسل ٹوٹنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ وہ اس صورت میں جب مصنف کو اپنا قلم صحیح طریقے پر استعمال کرنا نہ آتا ہو اور وہ

ان خیالات واحساسات اور موجودات کا بیان اس کھردرے طریقہ سے کرے کہ قاری ناول کے تسلسل کے ٹوٹنے کے سبب ذہنی انتشار میں مبتلا ہوجائے اور ناول کا سارا حسن اور خوبی دھری کی دھری رہ جائے۔ لیکن اگر مصنف انہی خیالات، احساسات اور موجودات کی دلنشیں اور بڑی خوبی سے بیان کرے تو قاری کے ذہن میں نہ ہی ناول کا تسلسل ٹوٹنے کا خیال آتا ہے اور نہ ہی وہ بور ہوتا ہے بلکہ ناول کی دلکشی ودلنشینی میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ ابن صفی دوسرے قسم کے مصنفین میں سے تھے جن کی تحریروں سے بیان نگاری کی یہ چاشنی اور دلکشی واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ "یہ تیسرا آدمی فریدی کا نیا اسسٹنٹ سب انسپکٹر واجد تھا۔ چھبیس، ستائیس سال کا یہ بلند وبالا جوان ٹیکم گڈھ سے تبدیل ہوکر امر سنگھ کی جگہ پُر کرنے آیا تھا۔ حمید کی موجودگی ہی میں اُس نے اپنے کاغذات کرنل فریدی کے سامنے پیش کیے تھے۔"

"حمید چونک کر اُسے گھورنے لگا تھا کیونکہ خود اُس کے علاوہ فریدی کے سامنے اس طرح زبان کھولنے کی جرأت اور کسی میں انہیں تھی پھر اس سے بھی زیادہ حیرت اُسے فریدی کے رویئے پر ہوئی تھی۔ اُس نے مسکرا کر سر کو جنبش دی تھی اور اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا..... حمید بوکھلا کر کبھی ایک کی شکل دیکھتا تھا اور کبھی دوسرے کی۔ اور پھر ایک ہفتے تک وہ یہی سمجھتا رہا کہ واجد کے روپ میں کوئی بدروح فریدی پر حملہ آور ہوئی ہے۔"

"سردی اتنی شدید تھی کہ اُس کی ناک سُن ہوکر رہ گئی تھی جسے وہ بار بار ہتھیلی سے رگڑنے لگتا تھا۔ برفباری بدستور جاری تھی۔"

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۰۶ "خونی ریشے"۔ ابن صفی بی، اے)

"جولیا نافٹز واٹر نے کن انکھیوں سے دیکھا! وہ موٹا چینی اُسے اب بھی گھورے جارہا تھا۔ چھوٹے قد کا بھاری بھرکم آدمی تھا۔ چہرہ گول، آنکھوں اور ناک کی بناوٹ ایسی ہی تھی جیسی عام طور پر چینیوں کی ہوتی ہے۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی جسم پر عمدہ تراش کا سرسو تھا۔"

"اُس نے سوچا..... اور یکلخت اُس کی طرف مڑ گئی اور وہ کچھ اس طرح جھجکا جیسے اچانک کسی قسم کا ذہنی جھٹکا لگا ہو! اب جولیا اُسے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی اور وہ آنکھیں چرا رہا تھا۔"

(خاص شمارہ عمران سیریز "جونک کی واپسی" ابن صفی بی، اے)

"اس انتخاب کی وجہ شرجیل کی غیر معمولی طاقت اور فنون سپہ گری میں مہارت تھی لیکن شرجیل نے یہ سفر سُرخسان کے سردار کے بیٹے کی حیثیت سے نہیں شروع کیا تھا بلکہ اپنے بارے میں دوسروں کو یہی بتاتا آیا تھا کہ وہ چوبی مکانات بنانے کا ماہر ہے اور سرحد کے اس علاقے میں جانا چاہتا ہے جہاں اُن دنوں چوبی مکانات کی تعمیر بڑے زور وشور سے جاری ہے۔"

"شرجیل اپنی گردن سہلا کر رہ گیا لیکن وہ اس طرح ان لوگوں کی طرف متوجہ نہیں تھا، جیسے اُسے بھی اُن لوگوں کی باتوں سے کسی قسم کی دلچسپی ہو۔ شرجیل سوچ رہا تھا کہ وہ ایک بے حد ذہین لڑکی معلوم ہوتی ہے۔"

(شکرال سیریز "شمال کا فتنہ" بحوالہ ماہنامہ "نیارخ" نومبر ۱۹۸۰ء۔ صفحہ ۶۴-۷۱)

مندرجہ بالا مثالوں سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ابن صفی کی بیان نگاری اس درجہ سادہ اور دلکش ہوتی ہے کہ قاری کو ناول کا حسن اور بھی زیادہ بڑھا ہوا لگتا ہے۔ یہ خوبی اُن کے ناولوں میں تورچی بسی ہوئی ہے مگر دوسرے جاسوسی ناول نگاروں کی تحریروں میں اس خوبصورتی سے بیان نگاری نہیں ہے۔ یہی امتیاز بن گیا ابن صفی اور دوسرے ناول نگاروں میں اور اسی امتیاز کے پیش نظر ہم ابن صفی کو بلامبالغہ اُردو کے جاسوسی ادب کا بانی تسلیم کرسکتے ہیں۔

(۸) ابن صفی کے ناولوں کی ایک اہم ترین خصوصیت مزاح کا عنصر ہے۔ انہوں نے اپنی تحریروں

میں مزاح کو اس حد تک داخل کیا کہ نہ تو آدمی اُس سے اُکتا جاتا ہے اور نہ ہی جاسوسی ناول پر مزاحیہ تحریر کا گمان ہوتا ہے۔ کسی مشہور آدمی کا قول ہے کہ ہنسی غم کا علاج ہے۔ یہی مقولہ ذہن میں رکھ کر غالباً ابن صفی نے اپنی جاسوسی تحریروں میں مزاح کو بھی شامل کرلیا۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جاسوسی خالص خشک اور سنجیدہ احساسات کا نام ہے اور اس میں مزاح کا پیوند خوبصورت اور مناسب طریقے سے لگانا کسی منجھے ہوئے ناول نگار کا کام ہے۔ یہ کام ابن صفی نے اس خوبصورتی سے انجام دیا ہے کہ ناول کا تسلسل اور مقصد بھی مجروح نہیں ہوتا اور قاری کو اچھا اور صاف ستھرا خالص مزاح بھی حاصل ہوجاتا ہے۔ ابن صفی کی تحریروں میں یہ عنصر ہر ناول کی سطر سطر میں پھیلا ہوا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مزاح کی وجہ سے ہی کئی قارئین ابن صفی کے ناول پڑھتے ہیں۔ اگر ہم بغور جائزہ لیں تو ابن صفی ہمیں ایک ناول نگار کے ساتھ ساتھ ایک متعبر اور اچھے قسم کے مزاح نگار بھی نظر آتے ہیں۔ اپنے بیان کی صداقت میں چند اقتباسات درج کرتا ہوں جنہیں پڑھ کر یقیناً قارئین میرے بیان سے اتفاق کریں گے۔

"ہاں۔ اور ہمیشہ نرم آنچ پر بھونو۔" عمران بولا۔ "کفگیر کو اس طرح دیگچی میں نہ ہلاؤ کہ کھنک پیدا ہو اور پڑوسیوں کی رال ٹپکنے لگے۔" کیپٹن فیاض کی موٹر سائیکل فرالے بھر رہی تھی اور عمران کیریئر پر بیٹھا بڑبڑاتا جارہا تھا۔ "شلوار کا لٹھا۔ بوسکی کی قمیص..... شلوار کا بوسکا..... لٹھی لٹھی..... کیا تھا..... لاحول ولاقوۃ بھول گیا..... روکو..... یار روکو، شاید۔" فیاض نے موٹر سائیکل روک دی۔ "بھول گیا۔" عمران بولا۔ "کیا بھول گئے؟" "کچھ غلطی ہوگئی۔" "کیا غلطی ہوگئی؟" فیاض جھنجلا کر بولا۔ "یار کم ازکم مجھے تو نہ الو بنایا کرو۔" "شاید میں غلط بیٹھا ہوا ہوں۔" عمران کیریئر سے اُترتا ہوا بولا۔ "جلدی ہے یار۔" فیاض نے گردن جھٹک کر کہا۔ عمران اس کی پیٹھ سے پیٹھ ملاتے ہوئے دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ گیا! "یہ کیا؟" فیاض نے حیرت سے کہا۔ "بس ٹھیک ہے چلو۔" "خدا کی قسم تنگ کر ڈالتے ہو۔" فیاض اکتا کر بولا۔

"کون سی مصیبت آگئی۔" عمران بھی جھنجلاتے ہوئے بولا۔ "مجھے بھی تماشا بناؤ گے۔ سیدھے بیٹھو نا۔"

"تو کیا میں سر کے بل بیٹھا ہوا ہوں؟"

"مان جاؤ پیارے۔" فیاض خوشامدانہ لہجے میں بولا۔ "لوگ ہنسیں گے ہم پر۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔"

"منہ کے بل گرو گے سڑک پر۔"

"اگر تقدیر میں یہی ہے تو بندہ بے بس وناچار ہے۔" عمران نے درویشانہ انداز میں کہا۔ "خدا سمجھے تم سے۔" فیاض نے دانت پیس کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کردی۔ اُس کا منہ پچھم کی طرف تھا اور عمران کا پورب کی طرف اور عمران اس طرح آگے کی طرف جھکا ہوا بیٹھا تھا جیسے وہ خود ہی موٹر سائیکل چلا رہا ہو۔ راہ گیر انہیں دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ "دیکھا۔ یاد آگیا نا۔" عمران چہک کر بولا۔ "شلوار کا لٹھا اور قمیص کی بوسکی۔ میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ کوئی غلطی ہوگئی ہے۔"

"عمران تم مجھے احمق کیوں سمجھتے ہو۔" فیاض نے جھنجلا کر کہا۔ "کم ازکم میرے سامنے تو اس خبطی پن سے باز آجایا کرو۔" "تم خود ہوگے خبطی۔" عمران برامان کر بولا۔

"آخر اس ڈھونگ سے فائدہ؟"

"ڈھونگ۔ ارے، کمال کردیا۔ اُف فوہ اس لفظ ڈھونگ سے مجھے وہ بات یاد آئی ہے جسے اب سے ایک سال پہلے یاد آنا چاہیئے تھا۔" فیاض کچھ نہ بولا۔ موٹر سائیکل ہوا سے باتیں کرتی رہی۔ "ہائیں۔" عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ "یہ موٹر سائیکل پیچھے کی طرف کیوں بھاگ رہی ہے۔ ارے، اس کے ہینڈل کو کیا ہوا؟ پھر اُس نے بے تحاشا چیخنا شروع کردیا۔ "ہٹو..... بچو..... میں پیچھے کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔" فیاض نے بے بسی سے کہا۔ "تنگ تم کررہے ہو یا میں؟ اُلٹی موٹر سائیکل لیے پھرتے ہو۔ اگر کوئی ایکسیڈنٹ ہوجائے تو؟" "چلو بیٹھو۔" فیاض اُسے کھینچ کر بٹھاتا ہوا بولا۔ موٹر سائیکل پھر چل پڑی۔ "اب تو ٹھیک چل رہی

ہے۔" عمران بڑبڑایا..... آج پھر مجھے تمہاری مدد کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔" فیاض بولا۔ "لیکن میں آج کل بالکل مفلس ہوں۔" عمران نے کہا۔ "اچھا، تو کیا میں تم سے کچھ ادھار مانگنے جارہا تھا؟" "پتا نہیں۔ میں یہی سمجھ رہا تھا۔ ارے باپ رے پھر بھول گیا۔ لٹھ مار کا۔" پائجامہ..... اور قمیص..... لاحول ولاقوۃ..... بوسکا..... پلیز شٹ اپ..... عمران..... یوفول۔"

"عمران۔" کیپٹن فیاض نے اُسے مخاطب کیا۔

"اوں.....ہا....."

"تم آخر دوسروں کو بے وقوف کیوں سمجھتے ہو؟"

"کیوں..... ہا..... ارے باپ۔ یہ جھٹکے..... یار ذرا چکنی زمین پر چلاؤ۔"

"میں کہتا ہوں کہ اب ساری حماقتیں ختم کر کے کوئی ڈھنگ کا کام کرو۔"

"ڈھنگ..... لو یار ..... اس ڈھنگ پر بھی کوئی بات یاد آنے کی کوشش کررہی ہے۔" "جہنم میں جاؤ۔" فیاض جھلا کر بولا۔

"اچھا۔" عمران نے بڑی سعادت مندی سے گردن ہلائی۔ موٹر سائیکل ایک طویل و عریض عمارت کے سامنے رک گئی، جس کے پھاٹک پر تین چار باوردی کانسٹیبل نظر آرہے تھے۔ "اب اترو بھی۔" فیاض نے کہا۔ "میں سمجھا شاید اب تم مجھے ہینڈل پر بٹھاؤ گے۔" عمران اترتا ہوا بولا..... اچانک عمران نے اپنی آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ لیے اور منہ پھیر کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے ایک لاش دیکھ لی تھی جو فرش پر اوندھی پڑی تھی اور اس کے گرد خون پھیلا ہوا تھا۔ "اناللہ وانا الیہ راجعون۔" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بڑبڑا رہا تھا۔ "خدا اس کے متعلقین کو جوار رحمت میں جگہ دے اور اسے صبر کی توفیق عطا فرمائے....." میں تمہیں دعائے خیر کرنے کے لئے نہیں لایا یہاں۔" فیاض جھنجلا کر بولا۔ "تجہیز و تکفین کے لئے چندہ وہاں سے بھی مانگ سکتے تھے۔ آخر اتنی دور کیوں گھسیٹ لائے ہو۔" "یار عمران خدا کے لئے بور نہ کرو۔ میں تمہیں ایک بہترین دوست سمجھتا ہوں۔" فیاض نے کہا۔ "میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ مگر پیارے میں پانچ روپے سے زیادہ نہ دے سکوں گا۔ ابھی مجھے..... لٹھی کا بوسکا خریدنا ہے۔ کیا..... لٹھی..... لو یار پھر بھول گیا۔ کیا مصیبت ہے؟"

(عمران سیریز نمبر ۱ "خوفناک عمارت" ابن صفی بی اے)

"تقریباً دو ڈھائی میل چل کر بیل گاڑی برگد کے ایک گھنے درخت کے سائے میں رک گئی اور حمید چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اب آپ اس درخت پر چڑھ جائیے جناب۔" دہقانوں میں سے ایک بولا۔ "کیوں چڑھ جاؤں تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا۔" "نہیں جناب۔" اس نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔ دفعتاً درخت کے اوپر سے آواز آئی۔ "کیوں بکواس کررہے ہو۔ اوپر آجاؤ۔" اور یہ آواز فریدی کی تھی۔ حمید کے تلوؤں سے لگی اور سر پر بجھی۔ منہ اوپر اٹھا کر دیکھا۔ فریدی ایک بڑی سی مچان پر بیٹھا دکھائی دیا۔ "یہ پھل دار درخت بھی نہیں ہے پھر آپ اوپر کیا کررہے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔ "وقت نہ ضائع کرو۔ آجاؤ....." حمید نے جھلا کر جوتے اتارے گاڑی سے کودا اور درخت پر چڑھنے لگا۔ مچان پر پہنچ کر اس نے الوؤں کی طرح دیدے نچائے کیونکہ وہاں عجیب قسم کا سامان موجود تھا۔ سامان تو خیر عجیب نہیں تھا لیکن وہاں اس کی موجودگی عجیب لگ رہی تھی۔ ایک طرف ایک بہت وزنی بیٹری رکھی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ مائیکروفون بھی تھا۔ ایک جانب دوربین لگی ہوئی رائفل بھی نظر آئی۔ اس کے علاوہ ایک جگہ فیلڈ گلاسز بھی رکھے دکھائی دیے۔ "اس تجربے کی تیاری رات بھر ہوتی رہی تھی۔" فریدی بولا۔ "لیکن یہ بیل گاڑی کہاں جارہی ہے۔ اس پر میرے جوتے ہیں۔"

"پھر بکواس شروع کردی۔" سنجیدگی اختیار کرو۔ حمید نے مائیکروفون اور بیٹری کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ "کیا درخت پر چڑھ کر چندہ مانگنے کا تجربہ ہے۔" فریدی نے دوربین اٹھائی اور ایک جانب دیکھنے لگا اور حمید ہنسکر بولا۔ "میں سمجھ گیا آس پاس کوئی سوئمنگ پول پایا جاتا ہے۔ شاید

آج کی گوپیاں تو دوربین ہی سے دیکھی جائیں گی۔"

"تم بکواس بند نہیں کروگے۔" فریدی نے آنکھوں پر سے دوربین ہٹاتے ہوئے کہا۔ "میں نے کہا تھا کہ تم اس تجربے کا لازمی جزو ہو۔" "یعنی خود یہیں بیٹھے رہیں گے اور مجھے گوپیوں کے کپڑے چرالانے کے لئے بھیجیں گے۔ نہیں جناب میں دور جدید میں اس قسم کا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں۔ آج کل کی گوپیاں والدین سمیت سوئمنگ پول میں تیرتی ہیں۔" "میں تمہیں اٹھاکر نیچے پھینک دوں گا۔" "اور میں انہیں بتادوں گا کہ اصلی ماکھن چور صاحب درخت پر تشریف فرماہیں۔" فریدی نے اس کی گردن دبوچ کر دوربین تھماتے ہوئے کہا۔ "دیکھو۔ ادھر دیکھو۔"

(جاسوسی دنیا نمبر ۱۲۳۔ "سایوں کا ٹکراؤ۔" ابن صفی بی اے)

ابن صفی کی مزاح نگاری میں ایک قسم کی بے ساختگی ہے قاری کو اس میں کسی قسم کی دماغی کوشش محسوس نہیں ہوتی بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے قارئین اور ابن صفی کے کردار آپس میں خوش گپیوں میں مصروف ہیں اور ابن صفی کے کردار کسی بات کے جواب میں یہ مزاحیہ باتیں بے ساختگی اور حاضر دماغی و حاضر جوابی سے کررہے ہیں۔ انہی مزاحیہ باتوں اور حرکات و سکنات کے بیان سے ابن صفی کے جاسوسی ناول زیادہ مشہور ہوئے یہ تو ایک اٹل حقیقت ہے جیساکہ میں پہلے بھی بیان کرچکا ہوں کہ جاسوسی یا جاسوسیت ایک خالص خشک اور مشکل موضوع ہے اس میں مزاح کو بہترین اور قابل قبول صورت میں داخل کرنا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے چہ جائیکہ مزاح کو ناول میں اس انداز میں داخل کرنا یا اس طرح فٹ کرنا کہ اس تحریر کی معراج وہ مزاح بن جائے، صرف ابن صفی کا ہی کام تھا اور یہی دلیل انہیں دوسرے جاسوسی ناول نگاروں سے بلند تر کرنے کے لئے کافی ہے۔

ابن صفی کی مزاح نگاری کسی طرح بھی اردو ادب کے دوسرے طنز و مزاح نگاروں سے کم نہیں۔ بلکہ ایک صورت میں ابن صفی دوسرے مزاح نگاروں سے بھی بازی لے جاتے ہیں اور وہ صورت یہ ہے کہ دوسرے مزاح نگاروں کی تحریروں میں سادہ قسم کا مزاح پایا جاتا ہے یا ان کی تحریروں میں چند ایک ایسی ہیں جن کی ہر سطر ہر لفظ میں مزاح موجود ہے۔ اسکے برعکس ابن صفی نے ادبی قسم کے سادہ مزاح نگاروں کی پیروی نہیں کی بلکہ عوام اور لوگوں کے لئے خالص اور بہت اونچے درجے کا مزاح پیدا کیا۔ ان کی مزاحیہ تحریروں میں ہر لفظ اور ہر سطر میں قہقہے بکھرے پڑے ہیں اور وہ قاری کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسنے پر مجبور کردیتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اقتباس پڑھئیے اور یہ اندازہ کیجئیے کہ کیا یہ اردو کے کسی بھی صاحب طرز اور نامور مزاح نگار کی تحریر کے برابر یا اس سے بھی بہتر نہیں ہے۔

"پوری ٹرین سے صرف تین آدمی اترے۔ دو بوڑھے دیہاتی اور ایک جوان آدمی۔ جس کے جسم پر خاکی گابر ڈین کا سوٹ تھا۔ بائیں شانے سے غلاف میں لپٹی ہوئی بندوق لٹک رہی تھی اور داہنے ہاتھ میں ایک بڑا سا سوٹ کیس تھا۔ غالباً یہ وہی آدمی تھا جس کے لئے انور اور عارف یہاں آئے تھے۔ وہ دونوں اس کی طرف بڑھے۔ "کیا آپ کو کیپٹن فیاض نے بھیجا ہے؟" انور نے اس سے پوچھا۔ "اگر میں خود ہی نہ آنا چاہتا تو اس کے فرشتے بھی نہیں بھیج سکتے تھے۔" مسافر نے مسکرا کر کہا۔ "جی ہاں، ٹھیک ہے۔" انور جلدی سے بولا۔ "کیا ٹھیک ہے؟" مسافر پلکیں جھپکانے لگا۔ انور بوکھلا گیا۔ "یہی جو آپ کہہ رہے تھے۔" "اوہ۔" مسافر نے اس طرح کہا جیسے وہ پہلے کچھ اور سمجھا ہو۔ عارف اور انور نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ "ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔" عارف نے کہا۔ "تو لے چلیئے نا۔" مسافر نے سوٹ کیس پلیٹ فارم پر رکھ کر اس پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ انور نے قلی کو آواز دی۔ "کیا؟" مسافر نے حیرت سے کہا۔ "یہ ایک قلی مجھے سوٹ کیس سمیت اٹھا سکے گا؟" پہلے دونوں بوکھلائے پھر ہنسنے لگے۔ "جی نہیں۔" انور نے شرارت سے کہا۔ "آپ ذرا کھڑے ہوجائیے۔" مسافر کھڑا ہوگیا۔ انور نے قلی کو سوٹ کیس اٹھانے کا اشارہ کرتے ہوئے مسافر کا ہاتھ پکڑ کر کہا "یوں چلیے۔" "لاحول ولاقوۃ۔"

مسافر گردن جھٹک کر بولا۔ "میں کچھ اور سمجھا تھا۔" انور نے عارف کو مخاطب کر کے کہا۔

"اب تار کا مضمون تمہاری سمجھ میں آگیا ہوگا۔" عارف ہنسنے لگا لیکن مسافر اتنی بے تعلقی اور سنجیدگی سے چلتا رہا جیسے اسے اس بات سے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔ وہ باہر آکر کار میں بیٹھ گئے۔ پچھلی سیٹ پر انور مسافر کے ساتھ تھا اور عارف کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ انور نے عارف کو مخاطب کر کے کہا۔ "کیا کرنل صاحب اور کیپٹن فیاض میں کوئی مذاق کا رشتہ بھی ہے۔" عارف نے پھر قہقہہ لگایا۔ دو دونوں ہی سوچ رہے تھے کہ اس احمق مسافر کے ساتھ وقت اچھا گزرے گا۔ "جناب کا اسم شریف؟" اچانک انور، مسافر سے مخاطب ہوا۔ "کلیر شریف۔" مسافر نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ دونوں ہنس پڑے۔ "ہائیں، اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" مسافر بولا۔ "میں نے آپ کا نام پوچھا تھا۔" انور نے کہا۔ "علی عمران ایم، ایس، سی، پی، ایچ، ڈی۔" "بھئی آپ ہنسے کیوں؟" عمران نے پوچھا۔ "اوہ.... سر میں دوسری بات پر ہنس رہا تھا۔" عارف جلدی سے بولا "اچھا تو اب مجھے تیسری بات پر ہنسنے دیجئیے" عمران نے کہا اور احمقوں کی طرح ہنسنے لگا۔ دونوں اور زور سے ہنسے۔ عمران نے ان سے بھی تیز قہقہہ لگایا اور تھوڑی دیر بعد انور اور عارف نے محسوس کیا جیسے وہ خود بھی احمق ہوگئے ہوں۔ کار پہاڑی راستوں پر چکر کھاتی آگے بڑھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے خاموشی ہوگئی۔ عمران نے ان دونوں کے نام نہیں پوچھے انور سوچ رہا تھا کہ کافی تفریح رہے گی۔ کرنل صاحب کی جھلاہٹ قابل دید ہوگی۔ یہ احمق آدمی نے ان کا ناطقہ بند کردے گا اور وہ پاگلوں کی طرح سر پیٹتے پھریں گے۔ انور ٹھیک ہی سوچ رہا تھا۔ کرنل تھا بھی جھلے مزاج کا آدمی اگر اسے کوئی بات دوبارہ کہنا پڑتی تھی تو اس کا پارہ چڑھ جاتا تھا..... چہ جائیکہ عمران جیسے آدمی کا ساتھ آدھے گھنٹے میں کار نے کرنل کی کوٹھی تک مسافت طے کرلی۔ کرنل اب بھی بے چینی سے اسی کمرے میں ٹہل رہا تھا اور صوفیہ بھی وہیں موجود تھی۔ کرنل نے عمران کو نیچے سے اوپر تک دیکھا..... پھر مسکرا کر بولا۔ "کیپٹن فیاض تو اچھے ہیں۔"

"اجی توبہ کیجیئے۔ نہایت نامعقول آدمی ہے۔" عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس نے کاندھے سے بندوق اتار کر صوفے کے ہتھے سے لٹکادی۔ "کیوں نامعقول کیوں؟" کرنل نے حیرت سے کہا۔ "بس یونہی۔" عمران سنجیدگی سے بولا۔ میرا خیال ہے کہ نامعقولیت کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ "خوب۔" کرنل اسے گھورنے لگا۔ "آپ کی تعریف؟"

"اجی ہی ہی ہی، اب اپنے منہ سے اپنی تعریف کیا کروں۔" عمران شرما کر بولا۔ انور کسی طرح ضبط نہ کرسکا۔ اسے ہنسی آگئی اور اس کے پھوٹتے ہی عارف بھی ہنسنے لگا۔ "کیا بدتمیزی ہے۔" کرنل ان کی طرف مڑا۔ دونوں یک بیک خاموش ہوکر بغلیں جھانکنے لگے اور صوفیہ عجیب نظروں سے عمران کو دیکھ رہی تھی۔ "میں نے آپ کا نام پوچھا تھا۔" کرنل نے کھنکار کر عمران سے کہا۔ "کب پوچھا تھا؟" عمران چونک کر بولا۔ "ابھی۔" کرنل کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور دونوں بھائی اپنے منہ میں رومال ٹھونستے ہوئے باہر نکل گئے۔ "ان لونڈوں کی شامت آگئی ہے۔" کرنل نے غصیلی آواز میں کہا اور وہ تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ ایسا معلوم ہورہا تھا، جیسے وہ ان دونوں کو دوڑ کر مارے گا۔ عمران احمقوں کی طرح بیٹھا رہا بالکل ایسے ہی بے تعلقانہ انداز میں جیسے اس نے کچھ سنا دیکھا ہی نہ ہو۔ صوفیہ کمرے ہی میں رہ گئی تھی اور اس کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک لہرانے لگی تھی۔ "آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔" صوفیہ بولی۔ اس پر عمران نے اپنا نام ڈگریوں سمیت دہرادیا۔ صوفیہ کے انداز سے ایسا معلوم ہورہا تھا، جیسے اسے اس پر یقین نہ آیا ہو۔ "کیا آپ کو اپنے یہاں آنے کا مقصد معلوم ہے؟" صوفیہ نے پوچھا۔ "مقصد....." عمران چونک کر بولا۔ "جی ہاں! مقصد مجھے معلوم ہے اسی لئے میں لیزرگن ساتھ لایا ہوں۔"

"لیزرگن؟" صوفیہ نے حیرت سے دہرایا۔ "جی ہاں!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں ہاتھ سے مکھیاں نہیں مارتا۔" کرنل جو پشت کے دروازے میں کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا

جھلا کر آگے بڑھا۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ فیاض نے یہ بے ہودگی کیوں کی؟" اس نے سخت لہجے میں کہا اور عمران کو کھڑا گھورتا رہا۔ "دیکھے ہے نا..... نامعقول آدمی۔ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔" عمران چہک کر بولا۔ "آپ کل پہلی گاڑی سے واپس جائیں گے۔" کرنل نے کہا۔ "نہیں۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں ایک ہفتے کا پروگرام بنا کر آیا ہوں۔" "جی نہیں شکریہ۔" کرنل بیزاری سے بولا۔ "میں آدھا معاوضہ دے کر آپ کو رخصت کرنے پر تیار ہوں۔ آدھا معاوضہ کتنا ہوگا؟" "یہ تو مکھیوں کی تعداد پر منحصر ہے۔" عمران نے سرہلا کر کہا۔ "ویسے ایک گھنٹے میں ڈیڑھ درجن مکھیاں مارتا ہوں اور....." "بس بس۔" کرنل ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میرے پاس فضولیات کے لئے وقت نہیں۔" "ڈیڈی پلیز!" صوفیہ نے جلدی سے کہا۔ "کیا آپ کو تار کا وہ مضمون یاد نہیں؟" "ہوں۔" کرنل کچھ سوچنے لگا۔ اس کی نظریں عمران کے چہرے پر تھیں جو احمقوں کی طرح بیٹھا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ "ہوں۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔" کرنل بولا اور اب اس کی نظریں عمران کے چہرے سے ہٹ کر اس کی بندوق پر جم گئیں۔ اس نے آگے بڑھ کر بندوق اٹھالی اور پھر اسے غلاف سے نکالتے ہی بری طرح بپھر گیا۔ "کیا بے ہودگی ہے؟" وہ حلق کے بل چیخا۔ "یہ تو سچ مچ ایئر گن ہے۔"

عمران کے اطمینان میں رتی بھر بھی فرق نہیں آیا۔ اس نے سرہلا کر کہا۔ "میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔" کرنل کا پارہ اتنا چڑھا کہ اس کی لڑکی اسے دھکیلتی ہوئی کمرے سے باہر نکال لے گئی۔

(عمران سیریز نمبر ۲ "چٹانوں میں فائر" ابن صفی۔ بی اے)

کیا آپ کو اس اقتباس میں کئی جگہ ہنسی نہیں آئی۔ بالکل غیر محسوس اور بے اختیاری سے۔ یہ ابن صفی کی وہ خصوصیت ہے جو انہیں اپنے ہمعصر اور بعد کے جاسوسی ناول نگاروں سے ممتاز کرتی ہے اور انہیں ایسا درجہ حاصل ہوتا ہے جو اردو ادب کی تاریخ میں کبھی کسی کو حاصل نہ ہوا یعنی نثر نگاری کو۔ یہ خصوصیت چونکہ ابن صفی کے ناولوں میں پہلی بار نظر آتی ہے۔ اس لئے ہم ابن صفی کو جاسوسی ادب کا بانی کہہ سکتے ہیں کہ بھرپور اور تفریحی انداز کی ناول نگاری شروع کرنے کا سہرہ ابن صفی ہی کے سر ہے۔

(۹) بیان نگاری کی طرح انداز نگارش بھی کیسی نثری تخلیق کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اردو نثری ادب کی باقاعدہ ابتداء داستان گوئی سے ہوئی۔ اور اردو کی بہت سی بلکہ کثیر داستانوں کا انداز نگارش دلکش ہونے کے ساتھ ساتھ مشکل ہے۔ ہر داستان میں مشکل الفاظ اور عربی فارسی تراکیب کو بے دریغ اور کھلے دل استعمال کیا گیا ہے۔ داستان کے بعد ناول کی صنف نے ترقی کی منازل طے کرنا شروع کیں ناول کی زبان اگرچہ سادہ رہی اور ہے لیکن یہ اپنے انداز نگارش کی وجہ سے ایک مخصوص طبقے تک محدود ہے۔ میری مراد تاریخی معاشرتی ناولوں سے ہے۔ مولوی نذیر احمد نے باقاعدہ ناول کی بنیاد ڈالی " چونکہ ان کا لہجہ ناصحانہ تھا لہٰذا آئندہ آنوے والے ناول نگاروں نے بھی ان کی تقلید میں ناصحانہ انداز اختیار کیا۔ عبدالحلیم شرر، رتن ناتھ سرشار، مرزا رسوا، اور اسی طرح چند دوسرے ناول نگاروں کو چھوڑ کر انیسویں صدی کے تقریباً تمام ناول نگاروں کا انداز ناصحانہ رہا ہے اسی لیے وہ ایک خاص طبقے تک محدود رہے بیسویں صدی میں ناول کی صنف نے ترقی کی مگر جدید غزل کا رنگ اس پر بھی اثر انداز ہوا اور ناول میں فلسفے نے جگہ پالی۔ اب بھی ناول تو لکھے جاتے ہیں لیکن عوام کے لیے نہیں بلکہ چند گنے چنے ایسے لوگوں کے لیے جو انہیں خرید سکیں اور پڑھ سکیں۔

اسی منطق کو پیش نظر رکھ کر ابن صفی نے جاسوسی ناول نگاری شروع کی اور اپنے مخصوص طرز نگارش سے جاسوسی ناول کو شہرت کی بلندیوں پر پہنچا کر اپنا نام زندۂ جاوید بنالیا ذرا دیکھیے ابن صفی اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

"میرا طریق کار ہمیشہ عام روش سے الگ تھلگ رہا ہے میں بہت زیادہ اونچی باتوں اور ایک ہزار کے ایڈیشن

تک محدود رہ جانے کا قائل نہیں۔ میرے احباب کا اعلیٰ و ارفع ادب کتنے ہاتھوں تک پہنچتا ہے اور انفرادی یا اجتماعی زندگی میں کس قسم کا انقلاب لاتا ہے؟..... ہماری سوسائٹی کے ایک بہت بڑے حصے کے لیے اعلیٰ ترین افسانوی ادب قطعی بے معنی ہے تو پھر میں گنے چنے ڈرائنگ روموں کے لیے کیوں لکھوں؟ میں اس انداز میں کیوں نہ لکھوں جسے زیادہ پسند کیا جاتا ہے شاید اسی بہانے عوام تک کچھ اونچی باتیں بھی پہنچ جائیں۔"

مندرجہ بالا بحث سے میں نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ابن صفی نے روایتی ادب کے خلاف بغاوت کی اور اپنے لیے خاصی دلچسپ مگر مشکل راہ منتخب کی ان کے سامنے کوئی خاص مثال بھی نہیں تھی لیکن اپنے انداز نگارش اور دوسری خصوصیات کی بناء پر انہوں نے نہ صرف اس صنف کا کامیاب کر دکھایا بلکہ ان کا نام جاسوسی ادب میں ایک سند اختیار کر چکا ہے ان کا انداز نگارش سادہ سلیس اور رواں ہے کم پ.ھ لکھا قاری بھی ان کے ناول آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔ یہی وہ معراج ہے ابن صفی کی جس کی بناء پر وہ جاسوسی ادب کے بانی کہلانے کے صد فی صد حقدار ہیں